پانی کی ضرورت ہے محبت کے شجر کو
پتھر پر کبھی پیڑ اگائے نہیں جاتے
احساس اگر ہو تو وفا پھولے پھلے گی
دستور محبت سکھائے نہیں جاتے

پانی کی ضرورت ہے محبت کے شجر کو
پتھر پر کبھی پیڑ اگائے نہیں جاتے
احساس اگر ہو تو وفا پھولے پھلے گی
دستور محبت سکھائے نہیں جاتے

آپ نے کبھی محبت کی ہے؟
کی ہے تو کون سی والی؟ نئی والی یا پرانی والی؟ لڑکپن کی یا جوانی کی' سمجھداری کی یا تابعداری کی...... جینے مرنے والی یا بس وقت گزاری والی...... کہیں آپ بھی محبت بھرے جذبات کے انتہائی قیمتی سکے عمر کے کسی بھی حصے میں کسی اجنبی یا آشنا کی جھولی میں ڈالنے کے بعد فراموش تو نہیں کر بیٹھے؟

میری طرح؟ آہ......! یاد ماضی عذاب ہے یارب!
لیکن میرا قصور نہیں...... وقت کی تند و تیز لہروں نے میرے وجود کو بے جان تنکے کی مانند تھپیڑوں کی زد میں لیا...... اور اس کے بعد میں سامنے کی باتیں بھول گئی' وہ تو پھر ایک محبت کا گزشتہ باب تھا جس میں آنچل سے بندھے انتظار کے چند جگنو آپ اپنی موت مر گئے!

✿......✿......✿

میں رامین جاوید...... اماں ابا کی لاڈلی' اکلوتی بٹیا رانی اور چار کڑیل جوان بھائیوں کی دلاری بہنا...... بے پناہ محبت' بے تحاشا توجہ کے ساتھ یوں سمجھئے کہ پابندی اور نگرانی کے قائدے قوانین کا حصار میرے اردگرد باندھ دیا گیا' یوں ضرورت سے زیادہ دیکھ بھال نے میری شخصیت پر منفی اثرات مرتب کیے اور رفتہ رفتہ میں اپنے آگے پیچھے پھرنے والوں کی عادی ہوتی گئی' ہر بات' ہر کام' ہر ضرورت کے لیے' مجھے کبھی خود کوشش کرنی ہی نہ پڑی' کوئی نہ کوئی میری مدد کو موجود ہوتا...... یوں دوسروں پر انحصار کرنا میری شخصیت کی کمزوری بنتا گیا۔
وقت کے سست رفتار قدم کچھ مسافت طے کر کے آگے بڑھے' بچپن پیچھے' بچپنا بھی رخصت ہوا...... سامنے جوانی کی دہلیز کھلے بازوؤں سے میری منتظر تھی' اسکول سے نکل کر کالج کی آزاد روش نے میرے جیسی سہمی ہوئی ہرنی کو مزید سہادیا۔
بے فکری' دوستوں کے ساتھ مستیاں' اور تفریحات وغیرہ...... ان سب چیزوں سے آشنائی میرے لیے عجیب مشکل سی بن گئی۔ طبیعتاً تنہائی پسند تھی' رہی سہی

ظرافت وشوخیاں گھر کے ماحول نے سلب کرلیں‘ اور میں عرف عام میں ایک خشک مزاج‘ مغرور لڑکی کے ٹیگ کے ساتھ اپنی کلاس میٹس میں مشہور ہوگئی۔ کامرس کیمپس کے آگے بنے ہرے بھرے لان میں بیٹھ کر سفید سفید نرم ملائم کبوتروں کو دیکھنا میرا محبوب مشغلہ تھا اور مجھے خبر نہ تھی کہ لان کے سامنے بنے کینٹین کی ایک شیشے والی کھڑکی سے کسی کی محبت بھری نگاہ میرے وجود کو بہت توجہ سے دیکھ رہی تھی۔

❁......❁......❁

وہ امتحانات سے کچھ ماہ قبل کے ایام تھے۔ امتحانی فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ گزر چکی تھی‘ گزشتہ کئی روز سے ناسازی طبع کے باعث میں کالج سے غیر حاضر تھی (حبہ قریبی دوست) نے فون کرکے مطلع کردیا تھا‘ مارے باندھے کالج آنا پڑا‘ کاشف بھائی مجھے کالج ڈراپ کرکے چلے گئے تھے‘ ہاف ڈے پر لیو لے کر مجھے ان ہی کے ساتھ واپس چلے جانا تھا۔ میں جلد از جلد یہ فارم سمیشن کا کام نمٹا دینا چاہتی تھی مگر...... برا ہو میری خبط الحواسی کا...... بے دھیانی میں فیس واؤچر کہیں گرادیا۔ کچھ یاد نہیں تھا...... نجانے کہاں کھودیا‘ ڈھونڈنے کے باوجود نہ ملا۔

نقاہت کے سبب مجھ میں مزید خواری کی سکت نہ رہی تھی۔ سوا پنے سکھ دکھ کے ہمراز نرم وملائم کبوتروں کے ہمراہ جا بیٹھی۔ سنہری دھوپ میں نہایا تروتازہ لان جو مجھے ہمیشہ کی طرح اپنی پناہوں میں سمیٹ کر پرسکون کردیا کرتا تھا۔ پر آج میں حد درجہ بددل تھی۔ نجانے میری شکل سے میری پریشانی ہویدا تھی یا پھر کینٹین کی شیشے والی کھڑکی سے جھانکتے اس وجود کو مجھ سے ہمکلامی کا بہانہ درکار تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"میں کچھ مدد کروں آپ کی؟" سیدھی سادھی آفر تھی۔

"جی......!" میں ٹھہری سدا کی نروس یا شاید میری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو پہلا ردعمل یہی ہوتا۔

"چہرے سے خاصی پریشان دکھائی دے رہی ہیں نا۔ غالباً بیمار بھی ہیں؟ بہت دنوں سے غیر حاضر بھی تھیں۔" بے تکان بولتا وہ میرے قدرے حواس باختہ چہرے سے نگاہ موڑ کر یہاں وہاں دیکھنے لگا تھا۔

سانولا‘ لمبا‘ چوڑے شانوں والا شکل سے تو شریف لگ رہا تھا‘ سیاہ پینٹ شرٹ پہنے‘ میرے سامنے ذرا سا بائیں جانب ہٹ کر کھڑا تھا۔ نجانے کون ہے یہ؟ شکل تو جانی پہچانی لگ رہی ہے؟ میں دل ہی دل میں خودکلامی میں مشغول تھی۔

"ہیلو میں......" خاصی طویل خموشی پر اس نے مجھے متوجہ کرنے کو اونچی آواز میں پکارا تو میں نے بلاتامل اسے دیکھا۔

"آپ......کون؟" دل کا سوال ہونٹوں کی زینت بن گیا۔

"میں وہ ہوں جو کئی روز سے آپ کو غیر حاضر پاکر اب پریشان ہونے لگا تھا۔" وہ ہولے سے مسکرایا۔

نجانے اس کی بات نے مسمرائز کیا تھا‘ مجھے یا میں اس کی ملائمت بھری مسکان میں گم ہوگئی۔

"میں بیمار تھی۔" بہت دھیمے سے کہا تھا میں نے۔

"وہ تو نظر آرہا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

اسی پل ایک ہوا کا جھونکا آیا اور میرے فائل کے اوپر رکھے فارم اور اس میں لگے میرے ڈاکومنٹس وغیرہ اڑ کر ذرا دور جاگرے۔ میں نے اپنی سی کوشش کی تھی انہیں تھام لینے کی مگر ہوا ایک بار پھر اپنی شرارت میں کامیاب ہوچکی تھی۔

اس سے پہلے کہ میں اسے لینے کے لیے بڑھتی‘ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا سارے کاغذات دو منٹ میں سمیٹ لایا۔

"یہ جمع نہیں کروائے ابھی تک؟" مجھے واپس کرتے ہوئے اس نے ازراہ گفتگو پوچھا۔

"میرا واؤچر کہیں کھوگیا ہے۔ دوبارہ سے بنوانا

پڑے گا اور میں اتنے پیسے نہیں لائی۔" بات کے آخر تک میرا گلا رندھ گیا۔ طبیعت کی ناسازی نے میرے حوصلے پست کر رکھے تھے‘ جبھی تو دو لفظوں کی ہمدردی نے مجھے اس سے بات کرنے پر رضامند کردیا۔

"ارے تو...... میں مدد کروں......؟" دو پل کے توقف سے وہ پھر مجھے اپنی مدد کی آفر کررہا تھا۔ میں نے فقط سوالیہ نگاہیں اٹھائی تھیں۔

"لائیں یہ مجھے دیں۔" کہتے ہی اس نے میرے ہاتھ سے پیپر گھسیٹ لیے۔ میں اسے یک ٹک دیکھتی ہی رہ گئی۔ جواب نجانے کہاں جارہا تھا۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ مجھے میرے ڈاکومنٹس لوٹا رہا تھا جس میں فیس واؤچر کی فوٹو کاپی سلپ موجود تھی۔ اس نے میرے واؤچر کی بینک میں جمع شدہ رسید نکلوائی تھی پھر اس کی دو فوٹو کاپی کروا کر مجھے لا تھمائی جن میں سے ایک کالج میں جمع کرانے تھے اور ایک میرے پاس بطور ثبوت موجود رہتا۔

میں نے تشکر بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

پتہ نہیں کیا سوچ کر میں نے اس انجان شخص سے ہیلپ لی تھی۔ شاید کچھ چیزیں ہم جان بوجھ کر یوں کرتے ہیں جیسے نادانستگی میں ہم سے ہوگئی ہوں۔ مگر درحقیقت ہمارا ہر کام ہم اپنی رضامندی سے ہی کرتے ہیں‘ بعد میں نادانستگی کا رنگ دے دیں تو وہ الگ بات ہے۔

حماد انوار نام کا روزن میری زندگی کو اتنی دلفریب مہکار سے آشنا کرگیا کہ میں نے بنا کچھ سوچے سمجھے اس چور دریچے کے کھلے پٹ سے سر لگا کر پلکیں موند لیں اور اردگرد کی سبھی حقیقتیں پس پشت چلی گئیں...... پھر...... پھر رفتہ رفتہ اس کی نرم دوستانہ طبیعت نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے نزدیک کردیا‘ میں جو گھٹے گھٹے ماحول میں رہتے رہتے عجیب آدم بیزاری ہورہی تھی اب کھل کے سانس بھرتی اور اس فرحت آمیز کیفیت کا لطف لے رہی تھی۔

❁......❁......❁

حماد ایک غریب گھرانے کا ذمہ دار بیٹا تھا‘ سینکڑوں لڑکوں کی طرح وہ بھی خود محنت مزدوری کرکے اپنی پڑھائی کے اخراجات برداشت کررہا تھا۔ ماں باپ کی غربت اس قابل نہ تھی کہ اس سمیت اس کے سات بہن بھائیوں کی کفالت کا بوجھ بحسن وخوبی برداشت کرپاتے سو وہ غربت کی اس دلدل سے نکلنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا اور اسی ضمن میں ہر چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں اس کو ذرا سی عار نہ تھی۔

رامین کے کالج میں بھی بقول حماد کے اسے اس کی کم قسمتی گھسیٹ لائی تھی‘ کچھ عرصے سے کالج کینٹین کا سپلائر (حماد کا دوست) علالت کے باعث کام سے غیر حاضر تھا‘ اسی دوران رامین سے شناسائی نے حماد کی کتاب شکوہ میں ایک اور شکایت درج کردی۔

آخر ایسی بھی کیا مجبوریاں؟

نصیب کا اتنا بھی کیا کھوٹا پن؟

افلاس کی اتنی اندوہ ناک شکل سے بھی کیا وابستگی؟

بہرکیف...... ان تمام شکوہ شکایات کے باوجود وہ خود کو رامین کے ہمراہ محبت کا دم بھرنے سے باز نہ رکھ سکا اور اقرار واعتراف‘ اعتبار واعتماد کے منازل سے گزرتے ہوئے رامین جاوید‘ حماد انوار کا ہاتھ تھام کر جذبات کے ان تمام رنگوں سے شناسائی حاصل کررہی تھی جو زندگی کے رنگین لحات کے امین ہیں۔ خوبصورت وقت...... شام کے شفق آمیز بادل کی طرح ہوتا ہے‘ ذرا سا رنگ اور پھر ساری سیاہی سے افق کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا۔

حماد انوار اور رامین جاوید کی زندگی کا خوبصورت وقت بھی مٹھی میں دبی ریت کی طرح پھسل گیا اور اب وقت تھا ہجر کی ڈھیر ساری سیاہی سے نبرد آزما ہونے کا۔

"میرا انتظار کرنا۔" اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرے وہ پوچھ کب رہا تھا‘ وہ تو حق جتا رہا تھا۔

"حماد......!" رامین کی پکار میں کیسی تڑپ تھی کہ حماد انوار مچل کررہ گیا۔

جی چاہا اس نازک سی گڑیا کو بانہوں میں بھرے اور سب سے چھپا کر کسی دور دیس میں لے جائے' جہاں کسی احتیاط' کسی رسم ورواج کی زنجیر' کسی امیری' غریبی کا فرق ان کے درمیان حائل نہ ہو۔ کوئی کم حیثیتی' معیاری اور خاندانی نام نہاد سماج ان کا رستہ نہ روکے۔

"رامین......!" اس پکار میں محبت کی چاشنی گھلی ہوئی تھی۔

"صرف تمہارے ہی لیے تو یہ سارے ہجر وفراق کے جلتے دریا پار کرنے جارہا ہوں' تم تک رسائی کے لیے' ابھی مجھے کن کن محاذوں پر لڑنا ہے' تمہیں اندازہ نہیں' اتنی ساری ذمہ داریوں نے میرے شانوں کو شل کر رکھا ہے' ان سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ تمہاری محبت ہی تو ہے' تم یوں مت پکارو کہ میرے مضبوط ومستحکم قدم لڑکھڑانے لگیں؟" اس کی آواز جذبات سے لبریز تھی۔ رامین کے گلابی رخساروں پر دوشفاف موتی ٹوٹ کر گرے۔

"میں واپس آنے کے لیے ہی تو جارہا ہوں۔ مسکرا کر رخصت کرو' جان۔" ذرا سے توقف کے بعد اس کا طرز تخاطب اسے جھینپنے پر مجبور کر گیا۔

وہ بھیگی آنکھوں سمیت شرمائی تھی اور حماد انوار کی آنکھیں جگنوؤں کی طرح چمک اٹھیں۔

"دسمبر کے بھیگے موسم میں دھوپ اتر آئے تو نظارہ وہی ہوتا ہے جو ابھی میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔" اس نے رامین کا چہرہ تھوڑی سے چھو کر اونچا کیا اور وہ اس کی شاعرانہ تشبیہہ پر زور سے ہنس پڑی۔

پھر وہ چلا گیا' سات سمندر پار۔ دسمبر کی طرح سال بھر کی ساری رونقیں' ساری دلکشی' محبت بھری باتیں' ہنسی قہقہے سب کچھ اپنے سنگ سمیٹ کر چلا گیا اور رامین جاوید کے وجود پر خزاں کا زرد رنگ اتر آیا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس میں زمانے سے ٹکرانے کا حوصلہ نہیں' چند دنوں کی محبت کے لیے زمانے بھر سے بغاوت کا حوصلہ ہر کسی میں کہاں ہوتا ہے؟ اور رامین میں تو خاص کر یہ حوصلہ ناپید تھا۔ وہ انتظار کرتی بھی تو کس آسرے؟ حماد انوار کی واپسی کا وقت معین بھی کب تھا؟ نجانے اس کی ذمے داریوں کے ہجوم کب چھٹتے' کب وہ اپنے فرائض کی ادائیگی سے آزاد ہوتا؟ آخر رامین جاوید اپنے گھر والوں کو کس بھروسے پر ٹھہراتی' کئی سوالیہ نشان تھے جن کے جوابات خود رامین جاوید کے پاس نہ تھے تو پھر وہ دوسروں کے خدشات کا جواب کیونکر دے پاتی۔

"کچھ چیزیں کاتب تقدیر پہلے سے رقم کر رکھتا ہے اور کچھ چیزیں انسان خود اپنے نصیب میں اپنے ارادوں' فعل وعمل سے رقم کرواتا ہے' میں واپس آؤں گا رامین! میں نے ہمیشہ تمہاری تمنا بہت دل سے کی ہے' اللہ کو تمہیں مجھے دینا ہوگا' میں تمہیں اس سے لے کر رہوں گا۔ میرے خالص سچے جذبات اللہ کو معلوم ہیں' وہ گواہ ہے اس دل میں تم سے پہلے کوئی نہ تھا اور تمہارے بعد کوئی نہ آئے گا۔ بس تم...... صرف تم...... پھر تم اور ہمیشہ تم۔" حماد انوار کے کہے گئے یہ چند جملے' بلکہ مصمم ارادے رامین جاوید کے لیے مٹھی میں بند جگنو ثابت ہوئے۔

❁......❁......❁

سرخ لمبے بڑے سے گھونگھٹ میں سر جھکائے قبول ہے' قبول ہے کہتی رامین کا دل اپنی مٹھی میں بند جگنوؤں کی موت پر بہت تڑپ رہا تھا۔ انسان روئے تو آنسو بہتے ہیں اور جب دل روئے تو لہو رستا ہے۔ رامین سے رامین مہتاب تک کے سفر میں وہ بے موت مری تھی۔ نجانے وہ مری تھی یا اس کے جذبات' یا پھر اس کی آس؟ جو بھی تھا جیسے بھی تھا' مگر وہ حماد انوار سے بے وفائی کی مرتکب ضرور ہوئی تھی...... زندگی کے پرچے کے سب سوال مشکل ہیں' سب سوال لازم ہیں۔

رامین مہتاب بھی ایک کے بعد ایک ان تمام سوالیہ نشانات کا حل نکالنے میں مصروف تھی۔ ایک سوال حل ہوتا ہی تھا کہ دوسرا سامنے آن دھمکتا۔

ایک ہفتے قبل اس کا نکاح ہوا' اگلے ہفتے رخصتی طے تھی۔ مگر ہائے نصیب...... رخصتی سے ایک روز قبل وہ

بیوگی کی سفید چادر اوڑھ بیٹھی۔ اس کی پیشانی پر بیوگی کا جو داغ لگا تو سبز قدم کا لقب بھی بخش دیا گیا۔

سعود مہتاب (اس کا شوہر) ایک کار ایکسیڈنٹ میں لقمہ اجل بن گیا اور رامین کے سامنے ایک اور سوالیہ نشان آن وارد ہوا...... اب کیا؟

اس نے تو ابھی توبہ جاؤں والے بناؤ سنگھار بھی نہ کیے تھے' کوئی خواب' کوئی ارمان' کوئی خواہش بھی تو دل کی زمین سے پھوٹی نہ تھی ابھی...... ابھی تو اسے حماد انوار کو بھولنا تھا' پھر سعود مہتاب میں پناہ تلاشنی تھی' سب دھرا کا دھرا رہ گیا اور وہ وہیں کی وہیں رہی۔ والدین اپنی بیٹی کو ڈھیر سارا پیار دے سکتے ہیں' بہت سارا مال دے سکتے ہیں' دنیا جہاں کی نعمت بھی دے سکتے ہیں' مگر اچھا نصیب نہیں دے سکتے۔ رامین کی کم قسمتی کے آگے اس کے گھر والے بھی ہار گئے۔

اماں جان...... رامین کی اجاڑ صورت دیکھ دیکھ کر ہولتی رہتیں' ابا کو فالج کا ایسا اٹیک ہوا کہ بستر سے جا لگے اور مہینہ بھر کی اذیت بھری مفلوج حیات کے بوجھ سے بالآخر آزادی حاصل کر کے قبر میں جا سوئے' اماں جان ابا کے غم کا بوجھ نہ سہار سکیں' سو وہ بھی رخصت ہوئیں۔

پیچھے رہے رامین کے بھائی...... اپنی اپنی بیگمات میں مگن' خوشحال' خوش باش' بھائیوں کے لیے وہ ایک مارے باندھے سنبھالنے والی ذمہ داری تھی مگر اس کے ساتھ ہی بھابیوں کو رامین سے دستبرداری بھی منظور نہ تھی۔ ہاتھ آئی نعمت سے کون منہ موڑے' صبح سے شام ملازمہ کی طرح گھر کے معمولات نبٹاتی اور بھابیوں کی جھڑکیاں کھاتی رامین قابل رحم تھی۔

عمر کے تھال میں برس کے نجانے کتنے سکے گرے تھے' رامین نے عمر کا حساب رکھنا چھوڑ دیا تھا۔ روتی کرلاتی زندگی صبح سے شام کے محور میں رقصاں تھی اور رامین کا دل' احساس' امید' آس سب کیفیت' ساری امنگیں بھلا کر بے حسی کی آغوش میں محو خواب تھا۔

صبح شام کی انہی بھاگ دوڑ میں ایک دن عجیب سی بات ہوئی۔ بھابی نے سر شام اسے نہا دھو کر تیار ہونے کا آرڈر دیا۔ سوال جواب وہ یوں بھی نہ کرتی تھی سو آج بھی خاموشی سے سر جھکائے چل دی۔

کاسنی رنگ کے پلین جارجٹ کے جوڑے میں بنا

حافظہ فاریہ سرور

آنچل اسٹاف' ڈیئر قارئین اینڈ سویٹ رائٹرز کو میرا پُرخلوص سلام۔ میرا نام ثناء خواں حافظہ فاریہ سرور ہے یکم جنوری کو اس ٹھٹھرتی سردی میں' اس حسین دنیا میں آنکھ کھولی۔ میں ضلع وہاڑی ماچھیوال سے تعلق رکھتی ہوں' ہم ماشاء اللہ سے چھ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر پانچواں ہے میں فرسٹ ائیر کی طالبہ ہوں اور آگے پڑھنے کے ارادے بہت بلند ہیں۔ آنچل سے وابستگی میری تین سال سے ہے۔ آنچل رائٹرز میں مجھے سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' سباس گل' ام مریم' نبیلہ عزیز اور نادیہ فاطمہ رضوی بے حد پسند ہیں۔ اب آتے ہیں جی اپنی خوبیوں اور خامیوں کی طرف' خامیاں تو بہت سی ہیں' سوتی بہت زیادہ ہوں' اعتبار جلد کر لیتی ہوں۔ غصے کی بہت تیز ہوں لیکن بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ ایک خوبی جو کہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے میں اپنے ہی ضلع میں بہت اچھی نعت خواں ہوں۔ ہر ایک سے مخلصانہ رویہ رکھتی ہوں اسی لیے تو میری فرینڈز کی فہرست کافی طویل ہے' حافظہ نازش' سسٹر حافظہ راشدہ' میمونہ' اقراء' راحت' سکینہ' رمشاء' تہمینہ' اقصیٰ' حمیرا' کوثر' رضوانہ مدیحہ سبھی فرینڈز بہت اچھی ہیں۔ موسموں میں مجھے موسم سرما نہایت دلعزیز ہے' خوشبو میں گلاب اور کلیوں کی خوشبو بہت پسند ہیں۔ رنگ برنگے کھانے کی بہت شوقین ہوں' فیورٹ ڈش بریانی اور گوبھی گوشت۔ سویٹ ڈش میں آئس کریم اور ربڑی فالودہ بہت پسند ہے۔ کپڑوں میں چوڑی دار پاجامہ اور لانگ قمیص شلوار کے ساتھ بڑا سا دوپٹہ بہت پسند ہے۔ مجھے شاعری بے حد پسند ہے' پسندیدہ شاعر وصی شاہ' احمد فراز' نازیہ کنول نازی اور پروین شاکر ہیں۔ اب اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

کوئی ہار سنگھار کیے' محض دوپٹہ سر پر جمائے وہ ڈرائنگ روم میں پہنچی تو ایک باوقاری خاتون اور بیس اکیس برس کے قریب لڑکی کو محو انتظار پایا' پڑوسن کی ساس اور خود پڑوس کی آنٹی بھی براجمان تھیں۔

وہ مہمان گرامی لڑکے کے اہل خانہ تھے اور دل وجان سے رامین کے خواہشمند تھے۔ پینتیس کے آس پاس عمر ہوگی لڑکے کی...... "لڑکا کیا اچھا خاصا مرد ہوا۔" بھابی کو یہ واضح کرنا ضروری محسوس ہوا تھا تو پڑھا لکھا مگر کام باورچیوں والے۔" ریسٹورنٹ کا اونر تھا۔ خوش شکل ہونا الگ سے پلس پوائنٹ تھا۔

بھابیوں سے رامین کا بھلا ہونا کب ہضم ہوا۔ سو اب بھی دونوں بے تاب و بے چین ہوئی جارہی تھیں...... دونوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا کہ کسی طرح کوئی تدبیر کرکے کل وقتی ملازمہ سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔ مگر وائے قسمت اس ضمن میں بروئے کار لایا ہوا ہر طریقہ بے کار گیا۔ غالباً سامنے والوں کی تدبیریں زیادہ کارگر تھیں۔

"شادی پر کسی طرح کا کوئی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں' فقط چار لوگوں میں نکاح کریں گے۔ باقی سنت طریقہ کے مطابق ولیمہ ہم اپنے گھر پر منعقد کریں گے۔" والد صاحب بڑے سبھاؤ سے کہہ گئے تھے۔

"بالکل نہیں' جہیز کا تنکا بھی نہیں چاہیے۔ ہم تو صرف بیٹی لے کر جائیں گے۔" واری صدقے جاتی' یہ لڑکے کی ماں تھیں۔

"بھابی' شرارہ کس رنگ میں لیں؟ جیولری ہیوی پسند ہے نا آپ کو بھائی کو تو سرخ رنگ پسند آرہا ہے' برائیڈل ڈریس میں۔" پہلے ایک اور بعد میں تین تین شادی شدہ نندیں رامین سے ملنے آئیں' بطور خاص اہتمام سے تحفے تحائف یوں دیئے جیسے برسوں سے آشنا ہیں' میل ملاپ' اپنائیت کے' تمام ریکارڈ توڑ مظاہرے رامین کو خبط الحواس کیے دے رہے تھے۔

فکر تو بھابیوں کو بھی تھی' ایسے بھی لعل نہ جڑے تھے رامین میں......کون اتنا بے لوث طلبگار پیدا ہوگیا آخر؟ لڑکے میں کوئی عیب تو نہیں؟

نفسیاتی نہ ہو؟

اللہ نہ کرے رامین کے ساتھ کچھ......؟ اچھی طرح سے شوہروں کو بھرا گیا' مگر لڑکے سے بذات خود ملاقات کے بعد بھائیوں نے کان لپیٹ لیے۔

خامی تو دور اچھا خاصا ڈیسینٹ بندہ تھا۔ ڈھونڈنے سے بھی کوئی اعتراض کا پہلو نہ ملا تو بھائیوں نے آپسی معاملات سنبھال لیے۔

جو ہو سو ہو...... اللہ کا نام لے کر رخصتی طے کردی گئی۔

بہرکیف...... بھائیوں سے اپنی اپنی بیگمات کے ناروا سلوک کوئی ڈھکے چھپے تو نہ تھے۔ نقص امن کے خدشات کے پیش نظر کوئی کچھ نہ کہتا تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ بے خبر ہے...... ان کی زبانیں نہ رکنی تھیں نہ رکی...... اور انہی تمام ادھیڑ بن میں رامین کی شادی کا روز آن پہنچا۔

چار بندے کہا تھا' تو بلا مبالغہ چار ہی لوگ نکاح کی رسم کے لیے آئے۔

ایک بار پھر وہ لمبے سرخ گھونگھٹ میں سر جھکائے طرح طرح کے خدشات وسوسوں میں گھری بیٹھی تھی۔ ٹھنڈے پسینے سے بھیگے مہندی والے ہاتھوں میں قلم پھسل پھسل جارہا تھا۔ بدقت دستخط کرتی وہ اچھی خاصی خوف زدہ اور سہمی ہوئی تھی۔

رخصتی کے بعد گاڑی میں بیٹھی تو بہت انوکھا سا احساس ہوا' برابر بیٹھا وہ شخص جواب ساری دنیا میں اس کا سب سے بڑا محرم تھا بہت اپنا بہت قریب لگ رہا تھا...... شاید نکاح کے بولوں کا اثر تھا۔

مگر نہیں...... اس کی قربت میں بہت شناسائی تھی۔ دل خوش فہم بے طرح ہمک رہا تھا' کہ گھونگھٹ الٹ کر فقط ایک نظر برابر براجمان اس شخص کو دیکھ لے...... ضروری تو نہیں کہ جو وہ سمجھ رہی ہے وہ صحیح ہوجائے۔

مگر برا ہوا اس شرماشرمی کا...... نجانے گاڑی میں کون کون تھا' اور اس کی یہ حرکت کسی کو کتنی ناگوار گزرتی' اور پھر اگر "وہ" وہ نہ ہوا جو اسے لگ رہا ہے تو؟ تب کیا کہے گی؟ اور اگلا کیا سوچے گا بھلا؟

گاڑی میں بھرپور قہقہے بکھرے جارہے تھے اور رامین اضطرابی کیفیت سے مجبور اپنے کنگن کی کلیاں مسل مسل کر پھینک رہی تھی۔ اسی دم اس کے نازک ہاتھوں پر ایک مضبوط مردانہ ہاتھ بڑے استحقاق سے آ ٹھہرا تھا۔

کیسا پرتپش محبت بھرا لمس تھا۔ رامین نے بے اختیار جھجک کر ہاتھ پیچھے کیے تھے جبھی تو ادھر سے ایک بھرپور قہقہہ آزاد ہوا۔ نجانے سامنے والی نشست سے کیا کہا گیا تھا مگر اس بار رامین کے لبوں کو بھی بڑی شرمیلی مسکان نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

تو اس کا دل صحیح الارم دے رہا تھا...... جو وہ سمجھ رہی تھی؟ وہی سچ تھا نا......؟ وہ جی بھر کے سرشار ہوئی تھی۔

"ارے...... واہ واہ...... سو واٹ کا بلب روشن ہے تمہارے چہرے پہ...... دیکھو۔" سامنے سے ہٹ کر ڈریسنگ ٹیبل کے بڑے سے آئینے میں ابھرتے اس کے سجے سنورے روپ کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔

ابھی ذرا دیر ہوئی وہ اس کے سامنے آکر بیٹھا تھا' انداز میں شوخیاں شرارتیں ضرورت سے زیادہ جھلک رہی تھیں اور واقعتاً گلنار تو رامین بھی ہوئی جارہی تھی۔

"یہ بہت جانا پہچانا منظر ہے' میں نے جاگتی آنکھوں سے یہ خواب متعدد بار دیکھا تھا۔" حماد انوار کی خوشی کسی طور نہ سنبھل رہی تھی۔

رامین کی موٹی موٹی آنکھوں میں نمکین پانی امڈ آیا۔

نجانے کیوں؟

"ارے......" وہ بے اختیار سیدھا ہوا۔

"آئی ایم سوری حماد!" اس نے اپنی نم واز بھیگی پلکیں اٹھائی تھیں' حماد انوار تو نثار ہی ہوگیا۔

"کم آن رامین! ختم کرو سب کچھ' کسی کا کیا قصور؟ جو نصیب میں ہوتا ہے' جیسے ہوتا ہے' ویسے ہی ملتا ہے' میں اور تم بس ارادے باندھ سکتے ہیں' ان ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانا' نہ پہنچانا' سب وہاں طے ہوتا ہے۔" اس نے انگلی سے اوپر کی جانب اشارہ کیا۔

"میں نے کہا تھا نا؟ میں تمہیں پاکر رہوں گا۔" وہ بہت خوش تھا۔

"لیکن ایک بات تو کہنی پڑے گی۔" رامین ہمہ تن گوش ہوئی۔

"ہجر وفراق کے یہ تمام دن...... تمہارے نقرئی رنگ روپ پہ ذرا اثر انداز نہیں ہوئے۔" بہت محبت سے رخسار چھوئے تھے اس نے' رامین خود پر جتنا ناز کرتی کم تھا۔

"ایک بات مجھے بھی کہنی پڑے گی۔" رامین نے اس کے مضبوط ہاتھ تھامے۔

"یہ سب محبتیں جو آپ نے بخشی ہیں مجھے' میرے چہرے کی تمام تابناکی ان ہی کے دم سے ہے۔"

"محبت کا اعجاز ہے یہ سب۔"

کتنی دلآویز مسکان تھی' اس لمحے ان دونوں کے لبوں پہ۔ زندگی نے انہیں مسکرا کر دیکھا تھا کیونکہ محبت...... صرف محبت ہوتی ہے۔

بات ساری خلوص کی ہے!

نیک نیتی کی ہے!

سچے من کی ہے......!!!